سوال

(71) ہدایہ کی عبارت لاجمعۃ ولا تشریق الافی مصر جامع کی وضاحت

جواب

السلام علیکم ورحمۃاللہ وبرکاتہ

از فقیر حقیر ابو تراب محمد عبدالرحمن گیلانی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بخدمت شریف شیخ العرب والعجم، محی السنۃ وقامع البدعۃ، الشمس العلماء جناب حضرت مولانا مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب دام فیضھم واضح رائے عالی باد، میں نے ایک رسالہ مسمی بازالۃ الشبہہ عن فرضیۃ الجمعہ مع ترجمہ، مطبوعہ احمدی لاہور کو اول سے آخر تک دیکھا اس رسالہ کے صفحہ ۲۴ میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے:

(۴) وقال ابن ابی شیبۃ حدثنا جریر عن منصور عن طلحۃ عن سعد بن عبیدۃ عن ابی عبدالرحمن انہ قال قال علی رضی اللہ عنہ لاجمعۃ ولا تشریق الافی مصر جامع ذکر العینی فی عمدۃ القاری وسندہ صحیح۔

۴: حضرت علیؓ نے کہا کہ جمعہ اور تشریق بڑے شہر ہی میں ہے۔ ۱۲

اب التماس ہے کہ اس ناچیز کے پاس اسماء الرجال میں تین ہی کتابیں ہیں، میزان الاعتدال، تقریب التہذیب، خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال راقم خاکسار کے مسکن کی جگہ بہت چھوٹی سی بستی ہے، بھائی احناف اس رسالہ کو دیکھ کر مجھ پر بڑا اعتراض کرکے کہتے ہیں کہ تم ایسی بستی میں کیوں جمعہ پڑھتے ہو، کتب مذکورہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جریر جو اس میں راوی ہے، منصور سے اگرچہ رواۃ صحاح سے ہے لیکن متکلم فیہ ہے اور منصور ان کا استاذ ہے، لیکن ان کے ہم نام بہت سے راوی ہیں کوئی ثقہ ہے اور کوئی ضعیف اور یہ معلوم نہیں کہ طلحہ سے کون منصور روایت کرتا ہے اور طلحہ کے بھی ہم نام بہت سے ہیں، کوئی ثقہ ضعیف اور معلوم نہیں کہ کون طلحہ سعد بن عبیدہ سے روایت کرتا ہے اور سعد بن عبیدہ ثقہ ہیں، لیکن ابی عبدالرحمن سے روایت کرتے ہیں اور ابی عبدالرحمن کے ہم نام بھی بہت ہیں کوئی مجہول اور کوئی غیر مجہول، لیکن جو ابی عبدالرحمن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ان کا پتہ ان کتابوں سے نہیں لگتا ہے، الحاصل جریر کو منصور سے تلمذ ضرور ہے لیکن منصور کو طلحہ سے اور طلحہ کو سعد بن عبیدہ سے اور سعد بن عبیدہ کو ابی عبدالرحمن سے اور ابی عبدالرحمن کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہرگز تلمذ نہیں معلوم ہوتا ہے اب التماس یہ ہے کہ عینی نے سند مذکور کو جو صحیح کہا ہے، آیا یہ کہنا ان کا صحیح ہے یا نہ، کتب مذکورہ و دیگر کتب رجال سے سند مذکور کی تنقید فرمائی جاوے۔ بینوا توجروا۔

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

جاننا چاہیے کہ جمعہ ادا کرنے کےلیے احناف کے نزدیک چھ شرطیں ہیں، شہر یا اس کا میدان وجود سلطان، وقت ظہر، خطبہ بقدر ایک تسبیح جماعت اور کم از کم امام کے علاوہ تین آدمی ہوں۔ ہندوستان کے تمام علاقہ میں جمعہ کی فرضیت یا عدم فرضیت کا اختلاف کرخی کی روایت پر ہوگا۔ پس جس جگہ کرخی کے مسلک کے مطابق مصر (شہر) کی تعریف صادق آئے

کی، وہاں جمعہ درست ہوگا اور جہاں وہ تعریف صادق نہ آئے گی، وہاں جمعہ درست نہ ہوگا۔ حالاں کہ جمعہ مطلقاً فرض ہے۔ اس میں مصر اور سلطان کی کوئی شرط نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جب جمعہ کی نماز کے لیے اذان ہو تو ایمان والو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ آؤ اور جمعہ کی فرضیت پر اجماع واقع ہے اور مصر او روجود سلطان کی شرائط ظنی اور مختلف فیہ ہے اور امر ظنی امر قطعی کا معارض نہیں ہوسکتا، اور پھر اگر ظنی بھی مختلف فیہ ہو تو اس کی کیا حیثیت ہے۔ کہ اکثر ائمہ کے نزدیک ان شرائط کا اعتبار نہیں ہے اور اسی بنا پر انہوں نے دیہات میں جمعہ کا فتویٰ دیا ہے اور ان کی دلیل اسعد بن زرارہ کی حدیث ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے حضور کے حکم سے مدینہ میں جمعہ پڑھایا۔ تفسیر نیشاپوری، بحر الرائق اور شمنی وغیرہ سے یہی مستفاد ہوتا ہے۔ مولانا سلام اللہ محل بھی لکھتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ سوموار کو مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے، چار روز بنی عمرو بن عوف کے پاس گزارے اور جمعہ کے دن بنی عمرو سے بنی سالم کی طرف آئے اور مسجد بنی سالم میں جو کہ دادی کے متصل تھی، جمعہ کی نماز ادا فرمائی ابھی مسجد نبوی کی تعمیر نہیں ہوئی تھی۔ اہل اسلام کا مدینہ پر پورا تسلط نہیں تھا۔ تنقیذ احکام و اجرائے حدود تو درکنار ابھی حدود کا وجود بھی نہ تھا۔ پس اس صورت میں بلخی کا مسلک اختیار کرنا ضروری ہے جو کہ واقعہ کے مناسب ہے اور اکثر شہروں اور قصبوں میں اس سے جمعہ پڑھا جاسکتا ہے۔ جمعہ اسلام کے عمدہ شعائر سے ہے۔ اور کرخی کے مسلک سے یہ درہم اور برہم ہوجاتا ہے لہٰذا اکثر متاخرین فقہاء نے بلخی کا مسلک اختیار کیا ہے۔ مولانا عبد العلی نے کرخی کے مسلک پر ایک عمدہ تبصرہ فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمادیں۔ جمعہ کی فرضیت کے لیے ایک تو مصر کی شرط ہے اور شہر وہ ہے جس کی سب سے بڑی مسجد میں اس کے رہنے والے نہ سما سکیں اسی پر اکثر فقہاء نے فتویٰ دیا ہے۔ کیوں کہ آج کل احکام میں سستی پائی جاتی ہے۔ اس کے متعلق ہمارے مذہب کی روایات میں اختلاف ہے ظاہر روایت یہ ہے کہ شہر وہ ہے جس میں کوئی امام یا قاضی ہو جو حدود قائم کرسکے۔ فتح القدیر میں ہے شہر وہ ہے جس میں کوچے اور بازار ہو جس میں حاکم ہو جو ظالم سے مظلوم کو انصاف دلاسکے۔ جس میں کوئی بڑا عالم ہو جو مسائل پیش آمد میں فتویٰ دے سکے اور یہ اس سے خاص ہے حضرت علی کے قول لاجمعۃ ولا تشریق الخ کے جس کو عبدالرزاق نے بیان کیا۔ یہی دو مطلب بیان کیئے گئے ہیں تو مصر جامع وہ ہے جس میں یہ صفات پائی جائیں۔ پہلی تفسیر کے مطابق جس شہر کا والی کافر ہو جمعہ فرض نہ رہے گا۔ اور یہ دونوں شرطیں مردود ہیں صحابہ نے یزید کے زمانہ میں جمعہ نہ چھوڑا حالاں کہ اس کے ظالم ہونے میں کوئی شک ہی نہیں ہے۔ اس نے اہل بیت کی حرمت ختم کی مدینہ پر چڑھائی کی۔ خانہ کعبہ پر گولے برسائے کیا اس کے ظالم ہونے میں شک ہے؟ اور پھر صحابہ نے ان دنوں میں جمعہ کیوں نہ چھوڑ دیا، اب اگر صرف اس بنا پر بلخی کی روایت قبول ہے کہ لوگوں میں سستی پیدا ہوچکی ہے۔ اور مظلوم کا ظالم سے انصاف نہیں دلایا جاتا، تو ہم کہتے ہیں کہ یہ سستی اور بے انصافی تو امیر معاویہ کے بعد بنو امیہ کے دور میں شروع ہوچکی تھی سوائے عمر بن عبد العزیز کے اور پھر عباسی خاندان میں بھی رہی تو کیا کسی صحابی یا تابعی یا تبع تابعی نے کبھی جمعہ چھوڑا؟ معلوم ہوا کہ یہ دونوں شرطیں غلط ہیں اور ایک شرط بادشاہ کی لگائی گئی ہے یا اس کے امیر کی اور اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ اگر یہ نہ ہوئے تو ممکن ہے جمعہ پڑھانے کے متعلق اختلاف اور جھگڑا پیدا ہوجائے ایک عالم کہے کہ میں جمعہ پڑھاؤں گا اور دوسرا کہے میں جمعہ پڑھاؤں گا۔ لیکن یہ اختلاف تو عام جماعتوں میں بھی ہوسکتا ہے وہاں بادشاہ یا امیر کی شرط کیوں نہیں لگائی گئی اس کا حل یہ سوچ لیا گیا ہے کہ جس امام کو لوگ متفق ہوکر امام بنالیں وہ جماعت کرائے تو یہی فیصلہ جمعہ کے متعلق بھی ہوسکتا ہے اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جب محاصرہ ہوگیا تھا اس وقت جمعہ چھوڑ دینا چاہیے تھا لیکن صحابہ نے نہیں چھوڑا بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اجازت بھی نہیں لی گئی اور جمعہ ہوتا رہا، یہی وجہ ہے کہ شوافع نے بادشاہ یا اس کے امیر کی شرط نہیں رکھی۔ یہ شرط صرف حنفیہ کے نزدیک ہے عالمگیری اور تہذیب میں اسی طرح ہے۔ مولانا کی مندرجہ بالا تقریر سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ کرخی کے مسلک کے مطابق مصر یا بادشاہ کی جو شرطیں لگائی گئی ہیں یہ صحیح نہیں ہے کہ ان کے فقدان سے جمعہ نہ پڑھا جائے۔ اور پھر یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ سلاطین سابقہ نے جمعہ کے ادا کرنے کے لیے اماموں اور قاضیوں کو نسلاً بعد نسل اجازت دے رکھی ہے۔ ہر وقت نئی اجازت کی ضرورت نہیں۔

عبدالرزاق نے ابن سیرین سے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ مدینہ والوں نے نبی ﷺ کے مدینہ آنے سے پہلے اور سورۃ جمعہ نازل ہونے سے پہلے مدینہ میں جمع پڑھا اس طرح کہ انصار اسعد بن زرارہ کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ یہودیوں نے بھی ایک دن عبادت کے لیے مقرر کر رکھا ہے کہ اس میں تورات پڑھتے ہیں اور عبادت کرتے ہیں اور نصاریٰ نے بھی ایسا ہی کر رکھا ہے ہم کو بھی کوئی دن مقرر کرنا چاہیے کہ جس میں ہم خدا کی عبادت کریں حمد کریں اور شکر ادا کریں چنانچہ انہوں نے یوم العروبہ کو عبادت کا دن مقرر کرلیا اور بعد ازاں اسی دن کا نام یوم الجمعہ ہوگیا اسعد بن زرارہ نے ان کو دو رکعت نماز پڑھائی اور بعد ازاں خدا تعالیٰ نے سورۃ جمعہ نازل فرمائی اگرچہ حدیث مرسل ہے لیکن اس کا ایک شاہد ابوداؤد حدیث میں موجود ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہوسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جمعہ کا حکم وحی کے ذریعے مکہ میں معلوم کرلیا ہو لیکن وہاں آپ جمعہ قائم نہ کرسکے ہوں یہی وجہ ہے کہ آپ نے مدینہ آتے ہی پہلا جمعہ پڑھایا اسے ضائع نہ ہونے دیا اور اس پر دار قطنی کی عبداللہ بن عباس سے نقل کردہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں ہی مصعب عمیر کو حکم بھیج دیا تھا کہ جمعہ پڑھیں عورتوں اور بچوں کو جمع کریں جب سورج ڈھل جائے تو دو رکعت نماز پڑھیں یہ سب سے پہلا جمعہ تھا جو مدینہ میں پڑھا گیا۔ محلی شرح موطا کا خلاصہ ختم ہوا۔

تفسیر نیشاپوری میں ہے کہ سب سے پہلے انصار نے اسعد بن زرارہ کے ماتحت جمعہ پڑھا اور پھر نبی اکرم ﷺ نے مدینہ آتے ہی سب سے پہلے جمعہ بنی سالم کے پاس بطن وادی میں پڑھایا، تفسیر بیضاوی میں اسی طرح ہے اس صحیح واقعہ سے معلوم ہوا کہ جب مدینہ میں جمعہ کی ابتداء ہوئی اس وقت مدینہ میں مسلمانوں کی حکومت اور غلبہ نہیں تھا حدود و قصاص کا اجرا نہیں تھا۔ لیکن اس کے باوجود جمعہ پڑھا گیا تو اس صورت میں بلخی کی روایت ہی قابل اعتماد معلوم ہوتی ہے۔ اسی کو اختیار کرنا چاہیے اور اگر ان شرائط کو بفرض محال صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے تو ایک شرط کے ارتفاع سے ایک حکم قطعی کیسے اٹھ جائے گا۔ فتح القدیر میں اس پر دلائل قائم کئے ہیں۔ اور تفصیل سے کئے ہیں اور اس کے بعد لکھا ہے کہ ہم نے اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے کیوں کہ سننے میں آتا ہے کہ بعض جاہل لوگ جمعہ کی عدم فرضیت امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور ان کو قدوری کی عبارت سے ٹھوکر لگی کہ اس نے لکھا ہے کہ جو آدمی ظہر پڑھ لے، تو ظہر صحیح ہے، کیوں کہ فرض کو چھوڑنا حرام ہے۔ اور ہمارے اصحاب نے تصریح کی ہے کہ جمعہ فرض ہے اور یہ مؤکد تر ہے ظہر سے اور اس کا منکر کافر ہے میں کہتا ہوں کہ ہمارے زمانہ کے جہلا بھی ایسے ہی ہیں ان کی جہالت دیکھئے کہ جمعہ کے بعد چار رکعت ظہر کی نیت سے پڑھتے ہیں۔ اس کو بعض متاخرین نے جمعہ میں شک کی وجہ سے ایجاد کیا ہے کہ ایک ہی شہر میں متعدد جمعے نہیں ہونے چاہئیں اور یہ قول مختار نہیں ہے اور یہ احتیاطی کی چار رکعت پڑھنا نہ تو امام صاحب سے مروی ہے اور نہ صاحبین سے۔ اور اس کے علاوہ فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کفار کا غلبہ ہو یا والی مر گیا ہو یا فتنہ کی وجہ سے وہ ظاہر نہ ہوسکتا ہو، تو مسلمانوں کو چاہیے کہ مقامی طور پر کسی کو اپنا امیر، یا قاضی مقرر کرلیں۔ اور اس کی سرکردگی میں جمعہ اور عیدین ادا کریں۔ مفتاح السعادت طحطاوی اور ردالمحتار میں بھی ایسا ہی ہے۔ پس ان روایات سے ثابت ہوا کہ جمعہ بہرحال ادا کرنا چاہیے کیوں کہ عمدہ شعائر اسلامی ہے۔ اس صورت میں علماء کا فرض ہے کہ فرضیت جمعہ کے دلائل پر غور فرمائیں اور بلخی کے مسلک کے مطابق جمعہ ادا کرنے کا حکم دیں۔ کہ یہ روایت شرعی دلائل سے مؤید ہے۔

نماز جمعہ کو دشمنان دین کے شبہات کی وجہ سے بالکل ترک نہیں کرنا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی بغیر عذر کے تین جمعہ چھوڑ دے، اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر کردیتے ہیں۔ پس اس وعید شدید کی بنا پر کرخی کی روایت کو چھوڑ کر بلخی کی روایت پر عمل کرنا چاہیے کہ اکثر فقہاء کا فتویٰ اسی پر ہے کہ شہر وہ ہے جس کے رہنے والے سب سے بڑی مسجد میں نہ سما سکیں درمختار میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ بعض نے شہر کی یہ تعریف کی ہے کہ وہاں ہر طرح کے پیشہ ور آدمی موجود ہوں اور سال بھر تک اپنے پیشے ہی سے روزی کما سکیں، کسی اور پیشہ کے محتاج نہ ہوں، بدائع شرح وقایہ، مستخلص، فتاویٰ قاضی، سراجیہ، حمادیہ۔ قنیہ وغیرہ شروح اور حواشی کتب فقہ میں بلخی کی روایت ہی کو مختار سمجھا گیا ہے اور اسی پر عمل کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم

سوال:... احقر العباد سلیم الدین و عباد الحق ساکنان ضلع ڈھاکہ بحکم آیت کریمہ فَاسْئَلُوٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ، بخدمت علمائے محققین دیندار دلی سوال می کنند کہ دریں ولا بعضے عالم ایں اطراف فتویٰ بعدم فرضیت جمعہ و عدم صحت آں میدہند ازیں باعث بسیارے عوام ترک جمعہ کردند و تمسک بعض علمائے ایں جا بہدایہ است کہ لا تصح الجمعۃ الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر ولا تجوز فی القری لقولہ علیہ السلام لا جمعۃ ولا تشریق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع والمصر الجامع کل موضع لہ امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود وھذا عن ابی یوسف رحمہ اللہ علیہ وعنہ انھم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجدھم لم تسعھم والاول اختیار الکرخی وھو الظاھر والثانی اختیار البلخی انتھی ما فی الھدایۃ۔ پس بموجب اختیار کرخی فتویٰ در عدم جواز جمعہ دریں دیار می فرمایند، ولہذا اکثر مردم جمعہ را گذاشتند و اختیار بلخی را اعتبار نمی کنند باوجودیکہ صاحب شرح وقایہ دور مختار اختیار بلخی را اختیار نمودند، وہمیں را مذہب اکثر متاخرین گفتہ و قطع نظر ازیں فرضیت جمعہ بدلیل قطعی است و شرطِ مصر جامع بصفات مذکورہ و وجود سلطان از خبر احاد استنباط کردہ اند، واکثر ائمہ دیگر در دیہات جمعہ را روا می دارند، و در اصولِ حنفیہ مثل شاشی و نور الانوار و توضیح وغیرہ می نویسند ان خبر الواحد یرد فی معارضۃ الکتب لان الکتب مقدم لکونہ قطعیا متواتر النظم لا شبھۃ فی متنہ کذا فی التوضیح وغیرہ۔ لہذا نیت دل را در جوازو صوشرط می گویند و ہم چنیں دیگر جزئیات فقہیہ بر ایں شاہد است، پس مصر جامع کہ دراں قاضی و حاکم تنفیذ احکامات کنند قرار دادہ اند، چناں کہ مسلک کرخی است چگونہ شرط ادائے جمعہ بخبر واحد گردد و بفوت ایں شرط جمعہ فوت شود، چہ بریں تقدیر زیادت خبر واحد بر کتاب اللہ لازم می آید وایں مخالف قاعدہ کلیہ حنفیہ می شود، پس قبول در وجوب ادائے جمعہ بروایت کرخی می یا بروایت بلخی دریں دیار فتویٰ دادن لازم است۔ بینوا توجروا

الجواب:... در صورت مرقومہ باید دانست کہ شرائط صحت ادائے جمعہ در مذہب حنفی شش چیز است اوّل مصر دفناء آں، دوم وجود سلطان، سوم وقت ظہر، چہارم خطبہ بقدر یک تسبیح، پنجم جماعت واقل ایں یک امام و سہ۔ نفر مقتدی و محل اختلاف فرض بودن جمعہ و عدم فرضیت آں دریں دیار تمام ہندوستان بر اختیار کردن مسلک کرخی است در تعریف مصر، پس در مقامیکہ تفسیر مصر بر مسلک کرخی یافتہ شود جمعہ فرض گردد، دراں مقام وجائے کہ نیافتہ شود، فرض دراں جا نخواہد بود، وحالاں کہ جمعہ مطلقاً فرض است، قطع از شرط مصر و وجود

سلطان بدلیل قطعی لقولہ تعالیٰ :

{ یا ایھا الذین اٰمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ الایۃ }

وبر فرضیت آن اجماع واقع گشتہ، وشرط مصر و وجود سلطان دراں حسب اختیار مسلک کرخی ظنی و مختلف فیہ است، وامر ظنی امر قطعی را فی الواقع معارض نمی تواند شد، وظنی مختلف فیہ چگونہ معارض گردد وامر قطعی را چہ اکثر ائمہ این ہر دو شرط را اعتبار وجو با نمی کنند، لہذا ادائے جمعہ در دیہات وقریٰ نیز تجویز می نمایند، بدلیل این کہ اسعد بن زرارہ قبل تشریف آوری آنحضرت ﷺ درمدینہ منورہ جمعہ خواندہ بود درمدینہ مطہر بحکم ارشاد آنحضرت ﷺ ازمکہ معظمہ چناں کہ از تفسیر نیشا پوری وغیرہ ہویدا می گردد، واز بحر الرائق وشمنی شرح نقایہ ومحلی شرح موطا مولوی سلام اللہ صاحب وغیرہ نیز مستفاد می شود کہ آنحضرت ﷺ روز دوشنبہ درمدینہ منورہ رونق افروز شدند وچار روز بخانہ بنی عمرو بن عوف اقامت فرمودند، وروز جمعہ از خانہ بنی عمرو تشریف فرما بود بسوئے بنی سالم بن عوف آمدند، ودر مسجد بنی سالم کہ متصل وادی بود نماز جمعہ نمودند، وہنوز مسجد نبوی تعمیر نہ شدہ بود وتسلط تام اہل اسلام براجراو تنفیذ احکام حدود وقصاص درمدینہ ابتداء واقع نہ گردیدہ بود اصلاً بلکہ نفس احکام حدود وقصاص ہنوز شروع نہ گشتہ بود، چناں کہ تفصیل این اجمال عنقریب می آید پس دریں صورت مسلک بلخی را اختیار کردن واجب است دریں دیار چہ روایت بلخی موافق قضیہ صحیحہ مذکورہ بالا است و نیز شامل اکثر بلاد وقصبات راست بخلاف مسلک کرخی، وظاہر است کہ جمعہ از عمدہ شعائر اسلام است وبر مسلک کرخی درہم وبرہم می شود، لہذا اکثر متاخرین حنفیہ مسلک بلخی راواجب العمل راستہ مختار نوشتہ اند، چنانکہ از تنویر الابصار، ودر مختار وملتقی وشرح وقایہ وغیرہ واضح می شود، واز ارکان اربعہ مولانا عبد العلی الکنوی قوت وضعف مسلک کرخی برائے مستفتی منکشف خواہد بود، ویشترط لصحتہا المصر وھو مالایسع اکبر مساجدہ اھلہ المکلفین بھا وعلیہ فتوی اکثر الفقہاء لظہور التوانی فی الاحکام کذا فی تنویر الابصار والدر المختار ومنح الغفار وشرح الوقایۃ ومختصر الوقایۃ ومولانا عبد العلی درارکان اربعہ می فرمایند اختلف الروایات فی مذھبنا ففی ظاھر الروایات ھو بلدۃ لھا امام وقاض یصلح لاقامۃ الحدود وفی فتح القدیر بلدۃ فیھا سکک واسواق ووال ینتصف المظلوم من الظالم وعالم یرجع الیہ فی الحوادثات وھذا اخص وحملوا قول امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ علی مارواہ عبد الرزاق لاتشریق ولاجمعۃ الافی مصر جامع علی احدی ھاتین الروایتین فان المصر الجامع لایکون الا ھذا شانہ وعلی التفسیر الاول المصر الذی والیہ کافر لاتجب فیہ الجمعۃ وعلی التفسیر الثانی لاتجب فی المصر الذی والیہ ظالم لاینتصف المظلوم من الظالم ویرد ھذین الروایتین ان الصحابۃ والتابعین لم یترکوا الجمعۃ فی زمان یزید الشقی مع انہ لاشبھۃ فی انہ کان من اشد الناس ظلما بالاجماع لانہ ھتک حرمۃ اھل البیت وبقی مصراً علیہ ولم یمر علیہ وقت الارکان الا ھو بصدد الظلم من اباحۃ دماء الصحابۃ الاخیار واما انتصاف المظلوم من الظالم فبعید منہ کل البعد فافھم وفی روایۃ الامام ابی یوسف المصر موضوع یبلغ المقیمون فیہ عدد الایسع اکبر مساجدہ ایاھم فی الھدایۃ ھو اختیار البلخی وبہ افتی کثیر من المشائخ لما رأوا فساد اھل الزمان والولاۃ فان شرط اقامۃ الحدود وانتصاف المظلوم من الظالم یفت وجوب الجمعۃ مع انھا من شعائر الاسلام ونحن نقول قد وقع التھاون فی اقامۃ الحدود وانتصاف المظلوم من الظالم فی امارۃ بنی امیۃ بعد وفات معاویۃ الا فی زمان عمر بن عبد العزیز قدس سرہ وفی امارۃ بعض العباسیۃ ولم یترک الجمعۃ احد من الصحابۃ والتابعین وتبعھم فلم انھما لیسا بشرطین فاذن قالمی الفتوی فی مذھبنا الروایۃ المختارۃ للبلخی ومنھا السلطان اوامرہ باقامۃ الجمعۃ عند الحنفیۃ خاصۃ لاعند الشافعیۃ فانھم یقولون اذا اجتمع مسلموا بلدۃ وقدموا اماما وصلوا الجمعۃ خلفہ جازت الجمعۃ والمامور من قبل السلطان افضل ولم اطلع علی دلیل یفید اشتراط امر السلطان ومافی الھدایۃ لانھا تقام بجماعۃ فعسی ان تقع منازعۃ فی التقدم والتقدیم لان کل انسان یطلب لنفسہ رتبۃ فلابد من امر السلطان لیدفع ھذہ المنازعۃ فھذا رای لایثبت الاشتراط لاطلاق نصوص وجوب الجمعۃ ثم ھذہ المنازعۃ تندفع باجماع المسلمین علی تقدیم واحد کما ان رتبۃ السلطان یطلبھا کل احد من الناس فعسی ان تقع المنازعۃ فلا یصح نصب السلطان لکن تندفع ھذہ المنازعۃ باجماع المسلمین علی تقدیم واحد فکذا ھذا وکما فی جماعۃ الصلوٰۃ عسی ان تقع المنازعۃ فی تقدیم رجل لکن تندفع باجماع المصلین فکذا فی الجمعۃ ثم الصحابۃ اقاموا الجمعۃ فی زمان فتنۃ بلوی امیر المومنین عثمان وکان ھو اماما حقا محصورا ولم یعلم انھم طلبوا الاذن فی اقامۃ الجمعۃ بل الظاھر عدم الاذن لان ھؤلاء الاشقیاء من اصحاب الشر لم یر خصوا ذلک فعلم ان اقامۃ الجمعۃ غیر مشروطۃ عندھم بالاذن ولعل لھذہ الواقعۃ رجع المشائخ عن ھذا الشرط فیما تعذر الاستیذان وافتوا بانہ ان تعذر الاستیذان من الامام فاجتمع الناس علی رجل یصلی بھم کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن التھذیب انتھی۔ کلام مولانا المرحوم فی الارکان الاربع۔

پس بر مستبصران شریعت غرا مخفی مبادکہ از تقریر مولانا مرحوم صاف واضح میشود کہ شرط مصر موافق مسلک کرخی وشرط وجود سلطان از دلائل شرعیہ مضبوط نیست کہ بفوت آنہا جمعہ فوت گردد وصحیح نشود چناں کہ بر متأملان نصوص پوشیدہ نباشد قطع نظر ازیں اذن سلاطین سابقہ درادائے جمعہ برائے اماماں وقاضیان ایں دیار نسلاً بعد نسل واقع است پس اذن جدید ضرور نیست چناں کہ از در مختار وغیرہ ایں حکم مستفاد میشود۔

کما لایخفی علی المتأمل المنصف ولما قدم رسول اللہ ﷺ المدینۃ اقام یوم الاثنین والثلاثاء والاربعاء والخمیس فی بنی عمرو بن عوف واسس مسجدھم ثم خرج من عندھم فادرکتہ الجمعۃ فی بنی

سالم بن عوف فصلاها فی المسجد الذی فی بطن الوادی فکانت اوّل جمعۃ صلاھا بالمدینۃ انتھی مافی البحر الرائق وقال الشمنی لما قدم النبی ﷺ المدینۃ اقام یوم الاثنین والثلثاء والاربعاء والخمیس فی بنی عمرو بن عوف ثم خرج من عندھم فادرکتہ الجمعۃ فی بنی سالم بن عوف فصلاھا فی المسجد الذی فی بطن الوادی فکانت اول جمعۃ صلاھا النبی ﷺ انتھی، وروی عبدالرزاق باسناد صحیح عن ابن سیرین قال جمع اھل المدینۃ قبل ان یقدمھا النبی ﷺ وقبل ان ینزل سورۃ الجمعۃ فقالت الانصار ان الیھود لھم یجتمعون فیہ بکل سبعۃ وللنصاریٰ کذلک فلنجعل یومًا لنا نذکر اللہ تعالیٰ ونشکر و نصلی فیہ فجعلوہ یوم العروبۃ واجتمعوا الی اسعد بن زرارۃ فصلی بھم یومئذٍ رکعتین وذکرھم فسموہ یوم الجمعۃ وانزل اللہ تعالیٰ بعد ذلک واذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ والحدیث وان کان مرسلا فللہ شاھد حسنٌ اخرجہ ابوداوٗد عن کعب بن مالک و صححہ ابن خزیمۃ واوّل من صلی الجمعۃ بالمدینۃ قبل الھجرۃ اسعد بن زرارۃ قال الحافظ ولا یمنع ذلک انہ ﷺ علمہ بالوحی وھو بمکۃ فلم یتمکن من اقامتھا ثمہ ولذلک جمع لھم اوّل ماقدم المدینۃ ویدل علی ذلک ما اخرجہ الدار قطنی عن ابن عباسؓ قال اذن النبی ﷺ للجمعۃ قبل ان یھاجر ولم یستطیع ان یجمع بمکۃ فتکتب الی مصعب بن عمیر اما بعد فانظر الیوم الذی یجھر فیہ الیھود بالتوراۃ فاجمعوا نساءکم وابناءکم فاذا مال النھار عن شطرہ عند الزوال یوم الجمعۃ فتقربوا الی اللہ تعالیٰ برکعتین قال فھواوّل من جمع حتی قدم النبی ﷺ المدینۃ فجمع عند الزوال من الظھر انتھی مافی المحلی شرح الموطا للعلامۃ سلام اللہ من اولاد الشیخ عبدالحق المحدث الدھلوی وقال فی التفسیر النیشاپوری روی ان الانصار اجتمعوا الی اسعد بن زرارۃ وکنیتہ ابوامامۃ وقالوا ھلموا نجعل لنا یوما نجمع فیہ فنذکر اللہ تعالی و نصلی فان للیھود السبت وللنصاری الاحد فاجعلوہ یوم العروبۃ فصلی بھم یومئذ رکعتین وذکرھم فسموہ یوم الجمعۃ لاجتماعھم فیہ وانزل اللہ اٰیۃ الجمعۃ فھی اول جمعۃ کانت فی الاسلام قبل مقدم النبی ﷺ واما اوّل جمعۃ جمعھا رسول اللہ ﷺ فھی انہ لما قدم المدینۃ مھاجرا نزل قباء علی بنی عمرو بن عوف واقام بھا یوم الاثنین والثلثاء والاربعاء والخمیس واسس مسجدھم ثم خرج یوم الجمعۃ عامد للمدینۃ فادرکتہ صلوٰۃ الجمعۃ فی بنی سالم بن عوف فی بطن وادیھم فخطب وصلی الجمعۃ انتھی مافی النیشاپوری واوّل جمعۃ جمعھا رسول اللہ ﷺ انہ لما قدم المدینۃ نزل قباء واقام بھا الجمعۃ ثم دخل المدینۃ وصلی الجمعۃ فی دار لبنی سالم بن عوف انتھی مافی البیضاوی۔

پس ازیں قصۃ صحیحہ مذکورہ ہویدا گردید کہ مدینہ منورہ درابتدائے نزول آنحضرت ﷺ دار شوکت و غلبہ اسلام وظہور و نفاذ حدود وقصاص ہرگز نبود باوجود ایں جمعہ گذاردہ شد دریں جا دریں صورت مسلک کرخی مخالف ایں قصہ مذکورہ است پس ناگزیر مسلک بلخی کہ موافق ومطابق ایں قصہ است واجب العمل باید دانست کہ بنا بر آن اختیار کردن مسلک بلخی را واجب افتا وکما لا یخفی علی المتامل المتفطن الماھر بالنصوص وبالفرض والتقدیر۔ اگر دریک شرط فتور وشک واقع شود امر قطعی ازاں چہ گونہ مرتفع شود لہذا اطال فی فتح القدیر فی بیان دلائلھا ثم قال انما اکثرنا فیہ نوعًا من الاکثار لما تسمع عن بعض الجھلۃ انھم ینسبون الی مذھب الحنفیۃ عدم افتراضھا ومنشاء غلطھم ماسیاتی من قول القدوری ومن صلی الظھر فالحرمۃ لترک الفرض وصحت الظھر لما سنذکر وقد صرح اصحابنا بانھا فرض اٰکد من الظھر وباکفار جاحدھا انتھی اقول قد کثر ذلک من جھلۃ زماننا ایضا ومنشاء جھلھم صلوٰۃ الاربع بعد الجمعۃ بنیۃ الظھر وانما وضعھا بعض المتاخرین عند الشک فی صحۃ الجمعۃ بسبب روایۃ عدم تعددھا فی مصر واحد ولیست ھذہ الروایۃ بالمختارۃ ولیس ھذا القول اعنی اختیار صلاۃ الاربع ماثورا عن ابی حنیفۃ وصاحبیہ انتھی مافی البحر الرائق۔ و نیز فقہاء می نویسند کہ در مقامیکہ ولاۃ کفار و غلبہ ایشان باشد واجب است کہ یکے را والی وقاضی گردانند بحکم او جمعہ واعیاد گرارند قال فی مجمع الفتاویٰ غلب علی المسلمین ولاۃ الکفار یجوز للمسلمین اقامۃ الجمعۃ والاعیاد ویصیر القاضی قاضیا بتراض ویجب علیھم ان یلتمسوا والیا مسلما انتھی مافی مفتاح السعادۃ ھکذا فی الطحطاوی ولو مات الوالی اولم یحضر لفتنۃ ولم یوجد احد ممن لہ حق اقامۃ الجمعۃ نصب العامۃ لھم خطیبًا للضرورۃ کما سیاتی مع انہ لا امیر ولا قاضی ثمہ اصلا وبھذا ظھر جھل من یقول لا تصح الجمعۃ فی ایام الفتنۃ مع انھا تصح فی البلاد التی استولی علیھا الکفار کذا فی رد المحتار حاشیۃ در المختار۔

پس ازیں روایات ہم واضح گروید کہ ادائے جمعہ بہر طور باید ترک آن نشاید، وچگونہ ترک کردہ شود کہ یکے از عمدہ شعائر اسلام است، دریں صورت بر علمائے دیندار واجب ولازم کہ بر دلائل قطعیہ جمعہ نظر فرمایند، وحکم گذاردن آن بوجہ وجوب بروایت بلخی نمایند کہ ایں روایت مؤید بدلائل شرعیہ است چناں کہ بیانش گذشت نسازند کہ موجب وبال اخروی گردد، وما علینا الا البلاغ فقط الراقم العاجز سید محمد نذیر حسین

ھذا الجواب صحیح لما فی المجتبی عن ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ انہ ما اجتمعوا فی اکبر مساجدھم للصلوٰۃ الخمس لم یسعھم وعلیہ فتوی اکثر الفقھاء قال ابو شجاع ھذا احسن ما قیل فیہ وفی الولواجیۃ وھو صحیح کذا فی البحر الرائق وغیرہ من کتب الفقہ فقط۔ حررہ حفیظ اللہ خان

ھذا الجواب صحیح عند اھل العلم وعند اولی الالباب ارتیاب فعلی المرء ان لا یترک الجمعۃ لانھا من اعظم شعائر الاسلام وکان لمن ترکھا عذاب یوم الحسرۃ والندامۃ من الدیان کما تدین تدان۔
حررہ کریم اللہ

نماز جمعہ راہر گز ترک نباید کرد:

قال رسول اللہ ﷺ الجمعۃ حق واجب علی کل مسلم فی جماعۃ الحدیث رواہ ابوداؤد فقط کتبہ محمد قطب الدین الدھلوی

بعد حمد و نعت باید دانست کہ نماز جمعہ راہر گز ہرگز بدین شبہات کہ دشمنان دین می اندازند ترک نباید کرد لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام من ترک الجمعۃ ثلث مرات من غیر ضرورۃ طبع اللہ علی قلبہ رواہ احمد والحاکم وصححہ۔ وروایت کرخی را بنا بر خوف این وعید شدید باید گذاشت وزوائت بلخی کہ فتویٰ اکثر فقہا بران است عمل باید فرمود المصر ھو مالا یسع اکبر مساجد ھم اھلہ المکلفین بھا وعلیہ فتوی اکثر الفقھا مجتبی ھکذا فی الدر المختار ثم اختلفوا فی تفسیر المصر الجامع یجوز فیہ اقامۃ الجمعۃ فقال بعضھم ما یعیش فیہ کل محترف بحرفۃ فی سنۃ الی سنۃ من غیر ان یحتاج الی حرفۃ اخری واختار البعض ماذکرہ المصنف فی المتن وقیل احسن ما قیل فیہ اذا کانوا بحال ای اھلہ لو اجتمعوا فی اکبر مساجد ھم لم یسعھم ذلک حتی احتاجوا الی بناء مسجد الجمعۃ کذا فی البدائع وشرح الوقایۃ انتھی ما فی المستقص شرح کنز الدقائق۔ پس بدین عبارت ہم واضح ولائح است کہ روایت بلخی احسن است از روایت کرخی بلکہ آن را مختار بعض قرار دادہ اگرچہ روایت دیگر فتاویٰ مثل قاضی خاں وسراجیہ وحمادیہ وقنیہ وشروح حواشی کتب فقہ وال برین ہستند وخواستہ بود کہ تحریرش نمایم مگرچوں کہ حضرت مجیب اول درین چیزے نگذاشتہ اند و تحقیق بلیغ نمودہ اند بناء برآن برین کلمات اکتفاء رفتہ۔ واللہ اعلم بالصواب حررہ محمد عبدالرب

سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱ ھ... حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ ۱۲۸۱ ھ محمد قطب الدین خان... محمد عبدالرب ۱۲۶۷... محمد اسد علی ۱۲۸۱... محمد کریم اللہ

(فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص ۵۹۸)

[فتاویٰ علمائے حدیث](#)

جلد 04 ص 145-155

محدث فتویٰ